

بیرم خان ہمیشہ نقصان میں رہتا ہے!

اکبر انہائی کمسنی کی عمر میں حادثاتی طور پر بادشاہ بن گیا تھا۔ اکبر کو تخت دینے اور حفاظت سے آگے بڑھنے کا کارنامہ صرف اور صرف ایک آدمی کا تھا۔ بیرم خان۔ اگر بیرم خان نہ ہوتا تو مغل سلطنت ہماریوں کے بعد خاک چاٹ رہی ہوتی۔ یہ فقط بیرم خان جیسا وفادار انسان ہی تھا جس نے اکبر کے ازلی دشمن ہیمو بقال کو پانی پت کے میدان میں فیصلہ کن شکست دی۔ انہی وفاداری سے بیرم خان نے اکبر کی بادشاہت کو مضبوط سے مضبوط تر کیا۔ پانچ برس تک اکبر کے ہر فیصلے میں بیرم خان کی مشاورت شامل تھی۔ اب اکبر اٹھا رہ برس کا ہو چکا تھا۔ بیرم خان بابا کہتا تھا۔ مہماں انگا، اکبر کی آیا تھی۔ اکبر اس کی ازحد عزت کرتا تھا۔ مہماں انگا کو بیرم خان سے چڑھتی۔ اس نے آہستہ آہستہ اکبر کے کان بھرنے شروع کر دیئے۔ مہماں انگا نے ضد میں اکبر بادشاہ کی شادی مرزا کامران کی بیٹی سے کروادی جو کہ اندر سے اکبر کی حکومت کے مخالف تھا۔ بیرم خان نے بادشاہ کو سمجھایا کہ مرزا کامران اس کا پچا ضرور ہے مگر تخت پر اپنا حق صائب سمجھتا ہے۔ لہذا دشمن کے گھر شادی کرنا ریاستی اعتبار سے نامناسب ہے۔ مگر مہماں نے اس ذاتی معاملے میں خان بابا کی پیش نہ چلنے دی۔ شادی ہو گئی اور اکبر اب ان عزیزوں کے نزغے میں آگیا جو بیرم خان کے بڑھتے ہوئے اثر سے خائف تھے۔ ایک دو واقعات بھی ایسے ہوئے جس نے اکبر کا ذہن خان بابا کے خلاف ہو گیا۔ یہ تیز حدف نسخہ کامیاب ٹھہرا۔ اکبر اس شخص کے خلاف ہو چکا تھا۔ جس نے اسے حکومت لے کر دی تھی۔ مگر دربار ریاست کا مزاج کچھ اور ہے۔ تاریخ گواہ ہے کہ جس شخص نے وفاداری کا ثبوت دیتے ہوئے دوسرے انسان کو حکومت لینے میں بھر پور مدد کی۔ تھوڑے ہی عرصے بعد اس کی وفاداری کا انعام در بدر ہونے میں نکلا۔ بیرم خان کے ساتھ بھی یہی ہوا۔ بادشاہ نے ایک شاہی فرمان کے ذریعے خان بابا کو معزول کر دیا۔ بیرم خان کو لاہور سے گرفتار کیا گیا۔ وہ شخص جس نے اکبر کو تخت پر بٹھایا۔ اس کی ہر طریقے سے حفاظت کی۔ پابہ زنجیر ملزم بناؤ کر بادشاہ کے سامنے پیش ہوا۔ اکبر اندر سے بیرم خان سے بہت تنفس ہو چکا تھا۔ ظاہری طور پر خان بابا کی بہت عزت کی۔ اور حکم دیا کہ بیرم خان کو حج پر بھیج دیا جائے۔ اس زمانے میں حج کا مطلب تقریباً ایسا تھا کہ زندہ والپس آنا مشکل ہوا کرتا تھا۔ سفر کی طوالت مہینوں کی بے آرامی اور قدم قدم پڑا کوؤں کی یلغار سے حاجی مشکل ہی سے زندہ بچ پاتے تھے۔ بیرم خان کے ساتھ بھی یہی ہوا۔

عرض کرنے کا مقصد سادہ سا ہے۔ حکمرانی کا اصول یہ ہے کہ جس کے ساتھ سے انسان اقتدار حاصل کرتا ہے۔ وقت آنے پر سب سے پہلے اسے دربار سے نکالا جاتا ہے۔ اس اصول میں آج تک کسی قسم کی کوئی تبدیلی نہیں ہوئی۔ غور کیجئے۔ 1985ء کی حکومت سے لے کر 2018ء تک اگر خاندان سے باہرنواز شریف کا کوئی وفادار ساتھی تھا تو وہ چوبہری

شار تھا۔ طاقتو ریاستی حلقوں سے نواز شریف کے لئے آسانیاں شار علی خان پیدا کرتا تھا۔ شہباز شریف بھی ساتھ ہوتے تھے۔ مگر شہباز شریف کا ریاستی حلقوں سے بالواسطہ کوئی تعلق نہیں تھا۔ عسکری حلقے، خاندانی نسبت کی وجہ سے شار کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ نواز شریف کو وزیر اعظم بنوائے کے لئے جتنی محنت اور عسکری حلقوں سے فیصلہ کن مذاکرات ہوئے تھے۔ وہ صرف اور صرف چوہدری شار کا کام تھا۔ جب نواز شریف تیسری مرتبہ وزیر اعظم بنے تو دونوں میں فرق آئے لگا۔ نواز شریف کے نزدیک چند سیاسی افراد اور خاندان کے اہم لوگوں کو چوہدری شار کے وزیر اعظم پر حد درجہ اثر سے خوف تھا۔ انہیں اندازہ تھا کہ اگر معاملات اسی طرح چلتے رہے تو وفاق کی حد تک ان کی کوئی سیاسی اہمیت نہیں رہے گی۔ چنانچہ آہستہ آہستہ گھر یو چینل سے بھی نواز شریف کے ذہن میں چوہدری شار کے خلاف متفق با تین ڈالی جانے لگیں۔ نواز شریف کو ووٹ کو عزت دو کا بیانیہ رٹانے والے اصولی طور پر تو شائد درست بات کر رہے ہوں۔ مگر اندر سے سب کو معلوم تھا کہ میاں صاحب ریاستی اداروں کے گملے میں پیدا ہوئے ہیں اور ان میں اتنی فکری قوت نہیں ہے کہ وہ ملک کے سب سے طاقتو را دارے کو شکست دے سکیں۔

شار اور شائد چند دیگر محدود لوگ میاں صاحب کو بار بار سمجھا رہے تھے کہ ریاستی اداروں سے اچھے تعلقات دوبارہ استوار کریں۔ مگر دربار میں طاقت کا کھل حدد درجہ سفاک تھا۔ نواز شریف کو اس راستے پر ڈال دیا گیا۔ جس میں ان کا سیاسی رول کم سے کم ہوتا تھا۔ حکومت چلی گئی۔ پابند زندگی اور اب جلاوطنی کی زندگی گزار رہے ہیں۔ مسلم لیگ ن کا بیرم خان اکیلا خاک چاٹ رہا ہے۔

وقت کے دھارے میں موجودہ حالات پر نظر ڈالیے۔ پوری تحریک انصاف میں جہانگیر ترین جیسا شاہ خرچ اور حکومت سازی کے فن کا ماہر مدبر کوئی بھی نہیں ہے۔ یہ عمران خان کو سیاسی سانپ اور سیڑھی کے کھیل سے کامیاب کرو اکر وزارت اعظمی تک لے گیا۔ خان صاحب کے اولین ساتھی، کتابی سیاست کی طرف مائل تھے۔ ان کے پاس تحریک انصاف کو حکومت لانے کا کوئی ٹوٹکا نہیں تھا۔ یہ صرف اور صرف جہانگیر ترین تھا جس نے عمران خان کے درست حلقوں سے رابطے کروائے۔ اسے عملی سیاست میں فعال کیا۔ اپنی دولت پانی کی طرح لٹائی۔ اگر جہانگیر ترین کی ہمہ وقت مدد نہ ہوتی تو عمران خان پارلیمنٹ میں تو ضرور ہوتے مگر حکومت میں اگلے سو سال بھی نہیں آ سکتے تھے۔ جہانگیر ترین عمران کے لئے اس صدی کے بیرم خان ثابت ہوئے۔ جب خان صاحب وزیر اعظم بنے۔ تو دیکھا گیا کہ ان کا دربار اور حکومتی امور پر گرفت حدد درجہ مضبوط ہے۔ پھر مہماں انگا، شہزادہ کامران کے خاندان، اور اکبر بادشاہ والا کھیل دوبارہ کھیلا گیا۔ جہانگیر ترین کے خلاف وزیر اعظم کے کان بھرنے شروع کر دیئے گئے۔ اس بار ایک ایسے فارمولے کا استعمال کیا گیا جس پر عمران خان مکمل یقین کامل رکھتا تھا۔ ایمانداری اور صرف ایمانداری کا اور دسازش سے عمران خان کو یقین دلایا کہ جہانگیر ترین نے شوگر مافیا کے

ساتھ مل کر بہت زیادہ بے ایمانیاں اور بداعت دالیاں کی ہیں۔ چند مخصوص لوگوں کے ٹولے نے عمران خان کے ذہن میں جہاں گیر ترین کو ایک چور اور ڈاکو ثابت کر دیا۔ قصہ کوتاہ یہ کہ جہاں گیر ترین کو عمران خان سے کوسوں برس دور کر دیا گیا۔ یعنی وہ شخص جو خان کو حکومت میں لے کر آیا۔ آج مکمل طور پر در بدر ہے۔

گزارش ہے کہ یہاں فرشتہ کوئی بھی نہیں ہے۔ نہ آل شریف، نہ چوہدری شاہزادہ عمران خان اور نہ جہاں گیر ترین۔ اقتدار کے کھیل کو چوہدری شاہ اور جہاں گیر ترین سے بہتر کوئی کوئی نہیں سمجھتا۔ دونوں میں پرانے بیرم خان کی وفاداری کی صفت بھی ایک جیسی ہے۔ آج کی تاریخ تک دونوں اکابرین اپنے اپنے سیاسی رہنماء سے وفادار ہیں۔ ان کے خلاف بغاوت نہیں کرتے۔ دیکھا جائے تو بر صغير کی سیاسی تاریخ میں ہمیشہ سازش کامیاب رہتی ہے۔ وفاداری کی جزا نہیں۔ سزا خوب ملتی ہے۔ ہر زمانے کا بیرم خان خسارے میں رہتا ہے۔ مہماں انگا، شاہی خاندان کی خواتین، ازحدادی درجے کے درباری ہمیشہ فتح یا ب ہوتے ہیں۔ آج بھی یہ صد یوں پرانا کھیل جاری ہے۔ آگے دیکھیے، آج کا اکبر بادشاہ کب در بدر ہوتا ہے۔ لگتا ہے کہ وقت کافی قریب ہے!